محمد رمضان

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز، اسلام آباد

ڈاکٹر عنبرین تبسم شاکر جان

استاد شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز، اسلام آباد

اردو ادب میں تحقیق کے مسائل

Muhammad Ramzan
PhD Scholar, Urdu Department, National University of Modern Languages, Islamabad.
Dr. Ambreen Tabassum Shakir Jaan,
Assistant Professor, Urdu Department, National University of Modern Languages, Islamabad.

Problems of Research in Urdu Literature

Literature research study has always been very complicated. Studying the ancient languages often becomes more challenging and numerous assumptions are made because of the direct missing source. Urdu Literature covering only a few centuries is still not easygoing for the researchers. The era of its beginning and evolution went through speedy and revolutionary events making it rich. Even being the ancestry place, the language sources could not get the organized ways of being preserved and studied in Pakistan. The updated research papers content and count is still not available for further research guidance. The study is an effort to highlight some major reasons starting from the independence to date that makes the struggle get going!

Key Words: *Literature, Complicated, Langage, Centuries, Researchers.*

انسان فطرتاً جدو جہد اور حقیقت پسندی کا متلاشی رہاہے۔یہی وجہ ہے کہ جدید ترقی اس کی محنت و کوشش کی مرہون منت ہے۔اس لیے ہر عہد میں ایسے لوگ پائے گئے جو حقیقت کی جستجو میں سر گرداں رہے ہیں۔ حقیقت کی جستجو اور تلاش کا نام تحقیق ہے۔ محقق کو ہمیشہ سچائی کی تلاش کے لیے کٹھن مراحل سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ محقق کا کام صرف حقائق کو جمع کرنا ہی نہیں ہو تا بل کہ اس کی تعبیر و تشریح بھی سامنے لانا ہوتی ہے۔ محقق کے

لیے تحقیق میں حقائق کی تلاش جوئے شیر لانا ہے۔ محدود وسائل کے باوجود محققین ادب نے اس سلسلے میں اپنی زندگیاں صرف کر دی ہیں۔

لفظ تحقیق بذات خود ایک وسیع مفہوم کا حامل ہے۔ ہر شعبہ زندگی میں اس کی اہمیت وافادیت مسلم ہے۔ لیکن ادب میں بنیادی طور پر محقق کا کام موضوع کی تلاش ہے۔ تحقیق کا مفہوم سمجھنے کے لیے محققین کی آراء کا جائزہ لیتے ہیں۔

پال کے خیال کے مطابق تحقیق ایک منظم ومربوط تلاش کا نام ہے۔

> "تحقیق کیا ہے ؟ ایک منظم و مربوط تلاش، غیر منکشف حقائق کی؛ ایک انداز کار جس کے ذریعے لوگ مسائل کی گتھیاں سلجھاتے ہیں اور کوشاں رہتے ہیں کی انسانی جہل و ناواقفیت کی سرحدیں پیچھے دھکیل دیں۔"(۱)

ادبی تحقیق میں محقق کے لیے صاف گو اور دیانت دار ہونا ضروری ہے۔ تحقیق ایک ایسا فن ہے جو محنت اور ریاضت کے بغیر ناممکن ہے۔ قیام پاکستان بعد اردو ادب میں تحقیق کا آغاز مولوی محمد شفیع، ڈاکٹر سید عبداللہ اورڈاکٹر عندلیب شادانی کی مرہون منت ہے۔ انہوں نے جس جانفشانی سے ادبی تحقیق کو آگے بڑھایا ان کی یہ کاوشیں قابل تحسین ہیں۔ قیام پاکستان سے قبل ادبی تحقیقی میدان میں بہت معتبر شخصیات نے اپنا حصہ ڈالا۔ ادبی تحقیق قیام پاکستان کے بعد ایک عرصہ تک جمود کا شکار رہی کیوں کہ تحقیق کا سلسلہ ایک حد تک منتشر رہا۔ لیکن اس کے باوجود ان بزرگ ہستیوں نے اپنی ذاتی کاوشوں کے ذریعے سے تحقیق کو جاری رکھا۔ تحقیق بلاشبہ ایک صبر آزما عمل ہے۔ جس کے لیے مآخذ کے ذخیروں کے علاوہ انتظامی سطح پر سہولتوں کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ انسان بذات خود حقیقت پسند ہے۔ محدود وسائل اور ذرائع کی وجہ سے تحقیق ادبی سطح پر متاثر رہی ہے۔ تحقیق کے سلسلے میں محقق کو زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت پڑتی ہے کیوں کہ تحقیق ایک ایسا عمل ہے۔ جو بے پایاں ایثار وخلوص پر مبنی ہوتا ہے۔ محقق کے لیے پسند وناپسند کی گنجائش تحقیق میں نہیں رہتی۔ محقق کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ تحقیق کو سر انجام دیتے وقت ہر چیز کے معیار اور اصول کو مد نظر رکھے۔ محقق تحقیق کے دوران ہر معاملے کا فیصلہ عقلی زاویے سے طلب کرتا ہے۔ بعض اوقات محقق کے لیے دوران تحقیق ضمنی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ ادبی تحقیق میں موضوعاتی سطح پر جب محقق کو صحیح متن کی ضرورت پڑتی ہے، اگر صحت متن دستیاب نہ ہوں تو پھر محقق کو مختلف مضامین اور جرائد کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ بعض تحریریں جو دراصل اس مصنف کی طرف سے منسوب ہوتی ہیں۔ جو بعد

میں تحقیق سے پتا چلتا ہے کہ یہ سب درست نہیں، بل کہ مذکورہ متن کسی اور کی ترقیم ہے۔ تحقیق کے بارے میں ڈاکٹر نذیر احمد لکھتے ہیں۔

"تحقیق کے ضمن میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی موضوع پر لکھتے وقت جو متعدد ضمنی مسائل آتے ہیں، تو کیا ان تمام ضمنی مسائل پر اسی طرح تحقیق کی جائے جس طرح اصل موضوع پر۔ واقعہ تو یہ ہے کہ بہترین تحقیق تو وہی ہو گی کی کسی موضوع کی تحقیق کے دوران میں جو مسائل، بلاواسطہ یا بلواسطہ آئیں، ان سب کی باقاعدہ تحقیق کر لی جائے مگر یہ تقریباً محال ہے۔ ایک آدمی کی ساری زندگی ایک موضوع کے سارے مسائل کی تحقیق کے لیے کافی نہ ہو گی۔ اس لیے اصولی اور عملی بات یہ ہو گی کہ اصل موضوع کے براہ راست مسائل کی پوری چھان بین کی جائے اور ضمنی مسائل کا معیاری کتابوں کے بیان تک محدود کر دینا کافی ہو گا"(۲)

ادبی تحقیق میں کسی فن پارے کے اندر چھپے ہوئے وہ گوشے جو کاتب کی غلطی کی وجہ سے درج کر دیے گئے ہوں اور ان غلطیوں کی اصلاح تحقیق کے ذریعے کر دی جاتی ہے۔ مواد کا اکٹھا کر لینا کافی نہیں ہوتا بل کہ محقق ہمیشہ کسی فن پارے کے بارے میں حقائق اور سچائیوں کو اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ زیادہ تر اغلاط کاتبوں کی وجہ سے ہو جاتی تھیں۔ لیکن جدید دور میں ایڈیٹنگ کے سلسلے میں جو غلطیاں در آئی ہیں۔ اس سے قطعی طور پر انکار کی گنجائش نہیں۔ ماضی کی بہ نسبت جدید دور میں تحقیقی کام سہل اور آسان ہو چکا ہے۔ قدیم زمانے میں نسخوں کو حاصل کرنے کے لیے دور دراز کی مسافت طے کرنا پڑتی تھی۔ جدید ٹیکنالوجی نے ان مشکلات کو کسی حد تک ختم کر دیا ہے۔ تقسیم ہند کی وجہ سے کتب کا ذخیرہ منتشر ہو چکا تھا۔ لائبریریوں کے ذخیرے ہنگامہ کی نذر ہو چکے تھے۔ ہندوستان میں صورت حال اس کے برعکس تھی۔ وہاں ادبی تحقیق کا تسلسل کسی حد تک جاری تھا اور کتب کے ذخائر موجود بھی تھے۔ جس کی وجہ سے ذخائر اور مآخذ کی کمی نہیں تھی۔ مثال کے طور پر بانکی پور، علی گڑھ، دہلی، حیدر آباد، دکن، کلکتہ، بھوپال، بمبئی، پٹیالہ وغیرہ۔ ادبی تحقیق کے حوالے سے علمی ذخائر بڑی اہمیت رکھتے تھے۔ انہی وجہ سے اردو تحقیق اپنی روایت برقرار رکھنے میں کامیاب ثابت ہوئی۔ ہندوستان کے برعکس وطن عزیز! میں کتب کے ذخائر کی کمی تھی۔ اس کے باوجود مجموعی طور پر مذہبی تحقیق، سیاسی و سماجی تحقیق، تاریخی تحقیق

اور اردو تحقیق بھی ممکنہ طور پر حوصلہ افزا رہی۔ تاہم اس وجہ سے ادبی تحقیق کو عالمی سطح پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ادبی تحقیق کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ کسی بھی مسئلے کی بازیافت کے لیے زبان و ادب کے حقائق تک رسائی کی جائے اور ان کے متعلق اٹھنے والے سوالات کے جوابات کو متعین طریقہ کار کے مطابق تلاش کیا جائے۔ ادبی تحقیق کے ذریعے پیچیدہ گتھیاں سلجھانے کے لیے اختیار کرنا پڑتی ہے۔ تحقیق کے رائج طریقے کو بروئے کار لاتے ہوئے اصل حقائق کی تہہ تک پہنچا جائے۔ تاکہ مقبول روایت یا عام تصور کی حقیقت سے آگاہی ہو سکے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ تحقیق کے مطلب کو یوں بیان کرتے ہیں۔

> "تحقیق کے لغوی معنی کسی شے کی "حقیقت" کا اظہار یا اس کا اثبات ہے۔ اصطلاحاً یہ ایک ایسے طرز مطالعہ کا نام ہے جس میں "موجود مواد" کے صحیح یا غلط کو بعض مسلمات کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے"(۳)

پاکستان جامعات کے علاوہ قیام پاکستان کے وقت پنجاب لائبریری لاہور، لاہور ریکارڈ آفس اور پشاور مخطوطات تھے۔ ان چند کتب کے ذخائر کی وجہ سے لاہور میں ادبی تحقیق کا سلسلہ قدرے سست رفتاری سے جاری رہا۔ اسی طرح کراچی میں انجمن ترقی اردو کا کتب خانہ بھارت سے منتقل ہوا۔ اس کے علاوہ کراچی کا مخطوطات (آرکائیوز) ادبی تحقیق کا اہم مرکز بن گئے۔ خاص طور پر کراچی کا کتب خانہ اہم نوادرات کے ساتھ ساتھ قدیم نسخوں اور مخطوطات کے سرمائے کے لحاظ سے وقیع اور اہم ہے۔ ان اداروں میں مخطوطات اور ذخیرہ کتب محققین کے لیے اہمیت کے حامل ہیں۔ اس سلسلے میں جامعہ پنجاب کے مخطوطات کی پہلی فہرست ۱۹۴۴ء کو شائع ہوئی۔ اس کے یکے بعد دیگر ذخائر کی فہرست محمود شیرانی اور محمد شفیع کی دن رات کی محنت شاقہ سے سامنے آئیں۔ ادبی تحقیق کے لیے محققین کے سامنے دو پہلو مسائل کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ پہلا مسئلہ داخلی پہلو ہے یعنی جو شخص کسی موضوع پر تحقیق کرنا چاہتا ہے۔ وہ خود اپنے کردار اور عمل کے ذریعے اس تحقیقی کام کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا۔ کرداری لحاظ سے اخلاقی نقطہ نظر اتنا اہم نہیں ہوتا جتنا علمی اور سائنٹیفک نقطہ نظر اہم ہے۔ اس سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ محقق کسی رنگ آمیزی کے بغیر یا کسی حصے کو چھپائے اس کو معروضیت کے ساتھ بیان کر دے۔ ادبی تحقیق میں محقق کی نیت اور انداز بیاں کے ساتھ الفاظ پر قدرت بھی نہایت اہم ہے۔ جب محقق اس منزل پر پہنچتا ہے۔ تو زبان کا مسئلہ بھی شروع ہو جاتا ہے۔، تحقیق کی زبان افسانوی ادب سے قدرے مختلف ہوتی

ہے۔کیوں کہ محقق ہمیشہ ابہام سے زیادہ قطعیت، کیفیت سے زیادہ حقیقت اور تخیل سے زیادہ واقعیت پر زور دیتا ہے۔ادبی تحقیق میں رنگینی اس کا حسن قرار نہیں دی جاسکتی بل کہ عیب کا باعث ہو سکتی ہے۔جہاں تک خارجی پہلو کا تعلق ہے۔ محقق کو ان تمام علوم ورموز سے واقف ہونا ضروری ہے۔مثال کے طور پر اگر محقق لسانیات پر تحقیق کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے لازمی ہے کہ وہ زبان کے علوم سے مکمل واقفیت حاصل کرے۔یہ کچھ محقق کے فرائض کے لیے اہم امر ہیں۔مختلف زبانوں کی افادیت اور ان کے خام مواد سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہمہ گیر قابلیت کی ضرورت ہے۔ صحت متن کے لیے یہ سب ضروری ہے اس حوالے سے پروفیسر محمد حسن کہتے ہیں۔

> "" اردو میں تحقیق کا سب سے پہلا اور بنیادی مسئلہ تحقیق متن اور تصحیح متن کا ہے۔ تصحیح متن سے میری مراد یہ ہے کہ متداولہ کلیات یا تصانیف جو الحاقی یا غیر مستند حصے شامل ہوگئے ہیں۔ان کی نشان دہی کی جائے اور جو حصے شامل ہونے سے رہ گئے ہیں انہیں شامل کیا جائے۔"" تحقیق متن سے مراد یہ ہے کہ اصل مصنف نے جس طرح لکھا ہے۔ایسی ہی شکل میں متن کو پیش کر دیا جائے۔اردو ادب کی بڑی بد قسمتی یہ ہے کہ تحقیق اور تنقید کی تمام کامیابیوں اور کامرانیوں کے اعلان کے باوجود ابھی تک ہمارے اساتذہ کی تحریروں کا بھی صحیح متن فراہم نہیں ہو سکا۔"(۴)

اردو ادبی تحقیق میں سب سے مشکل ترین مرحلہ استخراج کے نتائج کا ہے۔ہماری ادبی تحقیق کے علاوہ ادبی تنقید میں قیاس آرائی کا رجحان اس حد تک بڑھ چکا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہماری یونی ورسٹیوں میں پی ایچ-ڈی سطح کے مقالات نصف سے زیادہ تاریخی واقعات یا سماجی پس منظر کے ابواب پر مشتمل ہیں۔اس ظاہر ہوتا ہے کہ ادبی تحقیق کا معیار کیا ہے؟ ایسی تحقیق میں زیادہ تر تخیل کی کار فرمائی اور تحقیق حدود کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ادبی تحقیق کا مسئلہ اور اس کی ابھی تک محسوس کی جارہی ہے۔کیوں کہ ادب میں تحقیق کے مسائل وسائل کی عدم موجودگی کی وجہ سے جنم لیتے ہیں۔اس حوالے سے ابھی تک یہ مسائل حل طلب ہیں۔ تحقیق کے مسائل حل نہ ہونے کی وجہ سے تحقیق اپنے معیار پر پورا نہیں اتر رہی۔ادبی تحقیق میں قدم رکھنے والے طالب علم کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس موضوعات پر تحقیق ہو چکی ہے یا نہیں اور کن موضوعات پر تحقیق باقی ہے۔اس لحاظ سے کون سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔اگر کوئی طالب علم مخطوطات کے موضوع پر کام کرنا چاہتا ہے۔مگر اس سلسلے میں انہیں لائبریریوں تک

رسائی ممکن نہیں ہوتی نہ ہی ان کی فہرست میسر ہو جو اپنے ملک کی لائبریریوں میں مخطوطات پڑے ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر طالب علم مشکلات کا شکار ہو کر تحقیقی کام سے دستبردار ہو جاتا ہے۔ حالاں کہ ان قدیم مخطوطات کے نسخے لائبریریوں کے علاوہ جامعات، مدرسوں اور کتب خانوں میں بھی موجود ہیں۔ رشید حسن خان بیان کرتے ہیں۔

"یہ صورت حال تحقیق کے طالب علموں کے لیے مصیبت آفریں ہے۔ اس مضمون کا مقصد یہ ہے کہ اساتذہ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے کہ اہم مآخذ خاص طور پر اساتذہ کے دواوین اور تذکروں کو پابندی آداب تدوین کے ساتھ مرتب کرنے کی بہت ضرورت ہے اور طلبا کے سامنے اس بات کو واضح کیا جائے کہ حوالہ دیتے وقت ان کو بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ جو کتابیں عام طور پر بطور مآخذ استعمال میں آتی رہتی ہیں۔ ان کو صحیح طور پر مرتب کیا جانا چاہیے اور جب تک ایسا نہیں ہوتا اس وقت تک ہر مآخذ کو امکانی حد تک دیکھ بھال لینا چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو سکے۔ دوسرے مآخذ سے مقابلہ کر لینا چاہیے اور ایک کتاب کے کئی نسخے ہیں۔ مطبوعہ یا غیر مطبوعہ تو ان میں جتنے نسخے مل سکتے ہوں ان کو بھی دیکھ لینا چاہیے، اس احتیاط کے بغیر کبھی بعض صورتوں میں غلط فہمی اور غلط آفرینی کے امکانات کار فرما رہیں گے۔"(۵)

محمد حسین نے آب حیات میں ناسخؔ اور آتشؔ پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کے دواوین دیکھے بغیر ان پر اعتراض جوڑ دیا۔ تحقیق سامنے آنے پر قاضی عبدالودود نے اس کی اصلاح کی، اس طرح بہت سے ایسے نسخے موجود ہیں جن کی اصلاح کرنا باقی ہے۔ اگر ان نسخوں کی اصلاح نہ کی گئی تو صحت متن کا اطلاق باقی رہے گا۔ قدیم ادبی نسخے تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے اغلاط سے خالی نہیں ہیں۔ کیوں کہ مطبوعہ تذکروں پر نظر ثانی نہیں کی گئی تاہم یہ غلطی آگے بڑھ کر حقیقت کا روپ دھار گئی۔ ادبی تھقیق آنے پر ان کی نشان دہی کی جا چکی ہے۔ اب معاملہ یہ ہے کہ ان قدیم نسخوں کو از سر نو مطبع کیا جائے۔ تا کہ آنے والے محققین کے لیے یہ مسئلہ پریشان کن نہ رہے۔ نمونے کے طور پر یہی کافی ہے۔ تذکرہ شورش کا شمار ادبی نسخوں میں اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلا نسخہ ہے۔ جو عظیم آباد میں لکھا گیا تھا۔ اس خطی نسخے کو کلیم الدین احمد نے (مخزونہ باڑلین لائبریری آکسفورڈ) سے حاصل کر کے قابل

اشاعت بنایا۔بقول ڈاکٹر محمود الٰہی "اس کی اشاعت نے اس کے ثقہ اور مستند ہونے کو ایک مستقل سوال بنا دیا ہے۔"عصر حاضر میں تذکرہ شورش کا ایک اور مخطوطہ سامنے آیا ہے تو معلوم ہوا۔آکسفورڈ والا مخطوطہ کسی حد تک تحریف شدہ ہے۔ صحت متن کے لحاظ سے درست نہیں ہے۔ان دونوں نسخوں میں شعراء اور انتخاب اشعار کے حوالے سے اختلاف موجود ہے۔موجودہ نسخے میں شورش نے کئی مقامات پر مآخذ کی صراحت اور وضاحت کی ہے۔لیکن اس کے برعکس آکسفورڈ والے نسخے میں وضاحت موجود نہیں ہے۔اس لیے اس نسخے کو تحقیق کی رو سے صحت متن کے حوالے سے مستند نسخہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔دیگر قدیم نسخوں کا بھی یہی حال ہے جو مزید ادبی تحقیق سے منظر عام پر آنے سے لاینحل معاملہ ختم ہو جائے گا۔قدیم تحقیق سے گیارہویں صدی کے آخر اور بارہویں صدی کے آغاز تک تقریباً چھ سو غزلوں کا پتہ چلتا ہے۔لیکن جدید تحقیق سے ان غزلیات کی تعداد آٹھ سو تک پہنچ چکی ہے۔عین ممکن ہے کہ آئندہ دنوں میں مزید تحقیق سے اس میں اضافہ ممکن ہو سکتا ہے۔جدید ادبی تحقیق میں حائل رکاوٹیں وسائل کی کمی اور سہل پسندی ہے۔وہ محقق اب اس دار فانی سے کوچ کر چکے ہیں۔جو حقائق کی تلاش میں سر گرداں رہتے تھے۔اس طرح اسلام کی رو سے دیکھا جائے تو ہمارے اسلاف نے ایک حدیث کی خاطر پیدل،اونٹوں اور گھوڑوں پر سفر کر کے راوی تک پہنچے۔اردو ادب میں بھی اس طرح کی تحقیق درکار ہوتی ہے۔جدید ادبی تحقیق کے تناظر میں ناسخ کے کلام کے بارے میں بھی اس کے شاگرد میر علی اوسط نے بہت سی ترمیمیں کی ہیں۔اسی طرح آزادؔ نے دیوان ذوقؔ کے بارے میں کئی مقامات پر اضافے کیے گئے ہیں۔قدیم نسخوں میں ادبی تحقیق کے بعد اس طرح کے اضافے کیے جا چکے ہیں۔رام پور میں مصحفیؔ کے کلام انتخاب کے موضوع پر ایک مقالہ شائع ہوا۔مولوی عبدالسلام نے اس کا مفصل تعارف کروایا۔اس مضمون کے حوالے سے دو تصیحات کا ذکر تے ہیں۔ مصحفی کا شعر ہے۔

دل کو ہے رفتگی اس ابروئے خمدار کے ساتھ
جوں سپاہی کے تئیں ربط ہو تلوار کے ساتھ

انتخاب میں اس شعر کو یوں درج کیا گیا ہے۔

دل کو یوں ربط ہے اس ابروئے خمدار کے ساتھ
عشق جس طرح سپاہی کو ہو تلوار کے ساتھ

تحقیق سے معلوم ہوا جو شعر مضمون میں درج تھا اس کی صراحت مصحفی نے اپنے ہاتھ سے خط کے ذریعے کر دی تھی۔ اس خط کا قلمی نسخہ آج بھی رام پور لائبریری میں موجود ہے۔ ڈاکٹر گیان چند اس بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

"جہاں تک اردو کی ادبی تحقیق کا تعلق ہے اس کا بھی یہی مقصد ہے کہ جن مصنفین، جن ادوار، جن علاقوں، جن کتابوں اور متفرق تخلیقات کے بارے میں کم معلوم ہے ان کے بارے مین مزید معلومات کی جائیں۔ ان کے بارے میں اب تک جو کچھ معلوم ہے اس کی جانچ پڑتال کر کے اس کی غلط بیانیوں کی تصحیح کر دی جائے۔ تا کہ غلط مواد کی بنا پر غلط فیصلے صادر نہ کیے جائیں۔"(۲)

ادبی تحقیق کا سب سے بڑا مسئلہ جو محقق کو درپیش ہوتا ہے۔ وہ خطی نسخہ جو مصنف کی نظر سے گزرا ہو۔ ان ذخیرہ کلام سے متعلق تلاش اور ماخذ تک رسائی ناممکن ہوتی ہے۔ کیوں کہ ایسے نسخے ہر جگہ بآسانی دستیاب نہیں ہوتے۔ ایسے نسخوں کے لیے دور دراز تک عازم سفر ہونا پڑتا ہے بعض اوقات ان قدیم اور نایاب نسخوں تک رسائی کے لیے بیرون ملک سفر کر کے وہاں کی لائبریریوں میں بھی جانا پڑتا ہے۔ محقق کے لیے یہ ساری جستجو اس کی تحقیق کا حصہ ہے جس کو وہ احسن طریقے سے انجام دینا چاہتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ ہر محقق کے لیے ممکن نہیں کیوں کہ وسائل کی کمی کی وجہ وہ اس تحقیق کو سرانجام نہیں دے پاتا۔ جب کہ وہ تحقیق کے اس میدان میں دل چسپی رکھتا ہے اور اس کے متعلق مواد کی فراہمی نہ ہونے کی سے تحقیق کو ترک کر دیتا ہے۔ اس طرح طالب علم تحقیق سے دل برداشتہ ہو کر اپنی ساری محنت ضائع کر بیٹھتا ہے۔ وسائل کی کمی کے باعث یہ تحقیق تشنہ طلب رہتی ہے۔ علاوہ ازیں کچھ شعراء کا کلام ان کی بے توجہی کے ہاتھوں ضائع ہوا۔ مثال کے طور پر بربط تونسوی کے کلام کا بہت بڑا ذخیرہ جو انہوں نے بیسویں صدی کی چوتھی دہائی سے شروع کیا تھا۔ ان کی رہائش گاہ ڈیرہ غازی خان میں ۱۹۵۵ء میں سیلاب کی نذر ہو گیا۔ اس صدمے کی وجہ سے انہوں نے شاعری ترک کر دی۔ بربط تونسوی کو اپنے کلام کے ضائع ہونے پر ہمیشہ قلق و افسوس رہا۔ بالآخر تقریباً تین دہائیوں کے بعد انہوں نے ۱۹۸۵ء سے دوبارہ شاعری کا آغاز کیا وفات یعنی ۱۹۱۳ء تک تین مجموعہ کلام ان کے یکے بعد دیگرے منظر عام پر آئے۔ جو کلام ان کا سیلاب کی نذر ہو چکا تھا ان میں

ایک غزل باقی رہی اور حال ہی میں ان کے کلام کے حوالے سے ایم-فل سطح پر مقالہ تحریر کیا جا چکا ہے۔ مقالے کا عنوان بربطؔ تونسوی " شخصیت اور فن "ڈاکٹر وحید الرحمٰن خان (صدر شعبہ اردو) ایجوکیشن یونی ورسٹی لوئر مال کیمپس لاہور کی نگرانی میں ستمبر ۲۰۱۸ء پایہ تکمیل کو پہنچا۔ جسارت خیالیؔ نے کتاب "تذکرہ شعراء تونسہ" میں لکھی جس میں تحریر کرتے ہیں کہ مجھے بہت چھان پھٹک کے باوجود تونسہ کے پچاس شعراء کا کلام نہ مل سکا۔ جن میں بربطؔ تونسوی کا بھی کلام انہیں میسر نہ ہو سکا۔ محقق کو چاہیے کہ وہ غیر جانب داری سے تحقیق میدان میں داخل ہو کیوں کہ ان کی یہ تخلیق بربطؔ تونسوی کی وفات کے فوراً بعد کی ہے۔ اگر صورت حال یوں رہی تو ہمارے اکابرین کا بہت بڑا سرمایہ ضائع ہونے کا خدشہ ہے۔ البتہ دوسرے شعراء کرام اس جو دور افتادہ علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے قلمی نسخے اور مجموعہ کلام گھروں میں پڑے رہنے سے ضائع ہو چکے ہیں یا پھر انہوں نے اپنے کلام کو نظری قرار دے کر اس کو جانے دیجیئے، جو کچھ گوشہ گمنامی پڑا ہوا ہے کے مترادف قرار دے چکے ہیں۔ ایسے کلام تک رسائی جو ردی کے حوالے کر دیا گیا تھا محقق کے لیے ناممکن ہے۔ کیوں کہ ایسے نسخوں کی تلاش میں سرگرداں رہنا پڑتا ہے اور اگر ممکن ہو تو شاعر کے ہم عصر احباب سے بھی معلومات درکار ہوتی ہیں۔ اس طرح وسائل نہ ہونے کی وجہ سے تحقیق کا یہ پیچیدہ معاملہ ہے۔ مختلف موضوعات پر کام کرنے والے محققین کے لیے وسائل کے ساتھ ساتھ معلومات کی کمی جیسے حالات و مشکلات قدر مشترک ہوتی ہیں۔ محقق جوں جوں تحقیق کے میدان میں آگے بڑھتا ہے تو ان تو ان خالات کے پیش نظر تدوین و ترتیب کا کام مسائل کا شکار ہونے لگتا ہے۔ موضوع کے حوالے سے اگر قدیم قلمی نسخوں کے مطبوعہ نسخے میسر ہو جائیں تو طالب علم کے لیے کام میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ تحقیق میں مواد کی تلاش بھی ایک مستقل مسئلہ ہے۔ تحقیق میں مواد کی تلاش کے لیے قلمی بیاضوں ،قدیم تذکروں ،روزناموں ،سفر ناموں ،ملفوظات، شعری گلدستوں، انتخابات اور بعض شعراء کے سلسلے میں غدر سے پہلے لکھے گئے مواد کی چھان پھٹک اور ورق گردانی کرنی پڑتی ہے۔ یہ سب موضوع کے متعلق مواد کو سمیٹنا اور محتاط طریقے سے ان کو چھلنی میں چھاننا آسان کام نہیں۔ ڈاکٹر تحسین فراقی لکھتے ہیں۔

> "ہمارے ہاں داستانی ادب کا ایک ذخیرہ ابھی تک مدون نہیں ہوا۔ شعری اور نثری مخطوطات کا ایک بڑا سرمایہ لائبریریوں کے طاق نسیاں میں پڑا کسی ہوش مند تدوین کار کی راہ دیکھ رہا ہے۔ نعض اہم شعراء مثلاً میرؔ، سوداؔ، غالبؔ، انیسؔ، نظیرؔ اور اقبالؔ وغیرہ

کے باب میں دائرۃ المعارف تیار ہونے چاہیں۔ بعض شعراء مثلاً انشاءؔ، نظیرؔ، اکبر الہ آبادیؔ، انیسؔ، غالبؔ، یاس یگانہؔ اور اقبالؔ کی کی شاعری کے اسلوبیاتی مطالعے وقت کی اہم ضرورت ہیں۔ یہ اور اس طرح کے متعدد موضوعات تحقیق ہیں جن پر ابھی تک کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ کام جس قسم کی جاں کاہی، استقلال، پژوہش، تلاش، تحقیق اور ایثار پیشگی کا طالب ہے۔ اس کے آثار ہمارے موجودہ علمی منظر نامے میں نہایت کم یاب ہیں۔"(۴۸)

ادبی تحقیق میں نظم و شعر کی روایت کے بارے میں بھی خاصی احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے۔ اس مقصد کے لیے بعض نسخے شعراء کے ہاتھ سے لکھے ہوئے بھی مل جاتے ہیں۔ ان ترقیموں کی مدد سے ترتیب و تفہیم تاریخی اعتبار سے آسان ہو جاتی ہے۔ کچھ نسخے مصنف کے ہاتھ سے تحریر شدہ نہیں ہوتے۔ بعض دوسری شخصیات کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں نسخوں کی ترتیب و تفہیم سے دشواریوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ ادبی تحقیق ایک محنت طلب کام ہے۔ اس ضمن میں داخلی و خارجی شہادتوں سے کام لینا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر شاہ نصیرؔ کے چند نسخوں کو مد نظر رکھا جائے جن کے ساتھ کوئی ترقیمہ یا پھر مرتب کا نام بھی درج نہیں۔ رام پوری نسخے کے علاوہ ایسی کوئی دوسری خارجی شہادت اس خوالے سے نہیں ملتی۔ جس سے معلوم ہو سکے یہ کب مرتب ہوا۔ جب قرائن موجود نہ ہوں اس صورت میں کسی نتیجے پر پہنچنا ناممکن ہوتا ہے۔ تحقیق کے دوران بعض ایس تحریروں سے واسطہ پڑتا ہے کہ محقق حیران و پریشان ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ کاتبوں کی تحریر اس قدر بدخط ہوتی ہے کہ جملوں کا درست تعین کرنا محقق کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے تحریری صورت بڑی پیچیدہ اور الجھن کا باعث بن جاتی ہے۔ نثری تحریر نگارش، جملوں کی ترتیب اور ساخت کی تبدیلیاں اس طرح ممکن نہیں جتنی قدیم دواوین میں پائی جاتی ہیں۔ شعر کی ہیئت کا مسئلہ تعین کے سلسلے میں اہمیت رکھتا ہے۔ اس قدر نثر میں اہمیت نہیں رکھتا۔ اردو تحقیق کے بنیادی مسائل کے بارے میں اپنی رائے دیتے ہوئے ڈاکٹر نذیر احمد کہتے ہیں۔

"تحقیق کے ضمن میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کی کسی موضوع پر لکھتے وقت جو متعدد ضمنی مسائل آتے ہیں۔ تو کیا ان تمام ضمنی مسائل پر اسی طرح تحقیق کی جائے۔ جس طرح اصل موضوع کی تحقیق کے دوران جو مسائل بلا واسطہ اور بالواسطہ آئیں۔ ان

سب کی باقاعدہ تحقیق کر لی جائے مگر یہ سب محال ہے۔ ایک آدمی کی ساری زندگی ایک موضوع کے سارے مسائل کے لیے کافی نہ ہو گی۔اس لیے عملی اور اصولی بات یہ ہے کہ اصل موضوع کے براہ راست مسائل کی چھان بین کی جائے اور ضمنی مسائل کا معیاری کتابوں کے بیانات کا مطالعہ کر کے تقابلی جائزہ لیا جائے۔بہ الفاظ دیگر اصل موضوع کی روشنی میں لکھا جائے اور ضمنی مسائل پر ثانوی مطالعہ کافی ہو گا۔"(۸)

ادبی تحقیق میں روایت شناسی ایک اہم مسئلہ ہے مثال کے طور پر تحقیق کے دوران بعض اوقات کسی قدیم شخصیت کی آمدنی کے بارے میں سراغ ملتا ہے۔تو اس سے کی مالی حیثیت کا تعین کیا جاسکتا ہے۔اس زمانے کی اقتصادی صورت سے بھی واقفیت اور معلومات بھی حاصل ہو سکتی ہیں۔بلاشبہ پاکستان بننے کے بعد محققین کو جن مشکلات کا سامنا رہا ہے۔ان ایک مسئلہ اردو کو بطور دفتری زبان رائج کرنے اور اس میں اصطلاحات سازی کے حوالے سے بھی کام کرنے کی اشد ضرورت تھی۔اس کے لیے مقتدرہ قومی زبان اردو نے بھرپور طریقے سے اس کمی کو پورا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔اردو کو بطور دفتری زبان رائج کرنے کے لیے مقتدرہ نے عملی طور پر بہت سی تجاویز پیش کیں اور عملی طور پر نصاب بھی ترتیب دیا۔لیکن اس کے باوجود تعلیم جیسا اہم شعبہ بھی نشیب و فراز کا شکار رہا ہے۔ہماری مشترکہ کوششیں ابھی تک کار آمد ثابت نہ ہو سکیں۔آج کل ادبی تحقیق میں ہمارے سامنے مسائل در پیش ہیں۔ تحقیق ایک صبر آزما کام ہے۔اس کو سرانجام دینے کے لیے محنت و مشقت کی ضرورت ہے۔اس کے لیے قدما کی پیروی کرنی چاہیے کہ کس طرح انہوں نے اپنی زندگیوں کو تحقیق کے لیے صرف کیا۔حقیقت کی تلاش ایک بہت بڑا حصول ہے۔علمی اداروں میں اس چیز کا فقدان نظر آتا ہے۔موجودہ حالات کے پیش نظر ایک معیاری تحقیقی کام سرانجام پانا بہت کٹھن کام ہے۔ تحقیق کے مسائل کے بارے میں ڈاکٹر گیان چند بیان کرتے ہیں۔

"ہمارے محققین کی ایک مشکل خود ہمارے حالات کی پیدا کردہ ہے۔ مآخذات تحقیق کے مقابلہ میں کاملیت تو شاید کسی ملک میں بھی ممکن نہیں۔لیکن بہت سے ملکوں کے قوانین کم از کم بنیادی آسانیاں بہم پہنچاتے ہیں۔بیشتر مغربی ممالک اور بعض مشرقی ممالک مثلاً جاپان، ملائیشیا، جنوبی کوریا اور چین میں کاپی رائٹ کی وہ دفعات سختی سے نافذ کی جاتی ہیں۔جن کی رو سے لازم ہے کہ ہر ناشر اپنی ہر اشاعت (اخبار، جرائد،

کتاب) کی مقررہ جلد حکومت کے نامزد چند قومی کتب خانوں میں مفت داخل کرے ۔حکم عدولی کی سزائیں مقرر ہیں ۔لیکن ناشرین قومی مفاد میں اور خود اپنے وسیع تر تجارتی مقاصد کے لیے اس قانون کی پاسداری کرتے ہیں۔خواہ کتاب کی قیمت کتنی ہی زیادہ کیوں ہو۔پھر ان سے کم از کم کتب خانہ موصولہ مواد کی فہرستیں شائع کرتا رہتا ہے۔۔۔۔اس طرح وہاں کے محققین کے لیے ہر معلوم مخطوطے اور ہر اشاعت کے بارے میں بنیادی معلومات کی آسان فراہمی کا پورا پورا انتظام ہوتا ہے۔"(۹)

وطن عزیز! میں تحقیق کرنے والے طلباء کے لیے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ بعض نجی کتب خانے جن میں نایاب کتب کا ذخیرہ موجود ہے۔ان کتب خانوں کے مالکان نہ تو اپنی کتب کی فہرستیں بنانے دیتے ہیں اور نہ ہی خود بناتے ہیں۔اس کے علاوہ وہ اپنے کتب خانوں تک کسی محقق کو تحقیق کے سلسلے میں رسائی نہیں دیتے۔پاکستانی قانون میں کاپی رائٹ قانون کی ایک دفعہ موجود ہے۔جس کی رو سے قومی اہمیت کی دستاویزات کو بحق سرکار معاوضے کے طور پر حاصل کی جاسکتی ہے۔ان حالات میں محققین کو ماٰخذ کے سلسلے میں بنیادی اور اہم معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔تحقیق کے بارے میں بنیادی معلومات محقق کو خود تلاش کرنی پڑتی ہیں جو بظاہر بہت مشکل کام ہے۔اس بنا پر محققین پوری طرح سے اپنی تحقیق سر انجام نہیں دے پاتے جس کی وجہ سے ان کے کام میں بعض بدیہی اغلاط اور تضادات در آئے ہیں۔اس طرح کی تحقیق ایک نہ ایک دن غیر ضروری طور پر مزید تحقیق طلب اور تنازعات کا سبب بن جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ برسوں کی جامعاتی تحقیق کے باوجود کوئی نیا کام سامنے نہیں آیا۔اس لحاظ سے یہ امر ضروری ہے کیوں کہ بعض اساتذہ نئی تحقیق اور نئے موضوعات سے واقف نہیں ہوتے اور وہ اپنی فرسودہ روش پر چلنے کے عادی ہوتے ہیں اور اپنا فرسودہ علم ہی طالب علموں کو عطا کرتے ہیں۔جس کے باعث یہ غلط قسم کے مغالطے ،اطلاعات، آراءوافکار مختلف فکری نقصانات کا باعث بنتے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد سب سے بہترین اور وقیع تحقیق شوکت سبزواری کی ہے۔انہوں نے اپنی کتاب "اردو زبان کا ارتقاء" میں محمود شیرانی نے مسعود حسین خان کے نظریے کے برعکس اپنا نظریہ پیش کیا۔قدیم تحقیق کے مطابق اردو زبان کو مغربی ہندی، کھڑی بولی اور برج بھاشا کا ماخذ قرار دیا جاتا ہے بلکہ اردو زبان کو ایک فرضی اور خیالی بولی کے طور پر اپنا نظریہ پیش کرتے ہیں۔لیکن شوکت سبزواری ان کے نظریے کے برخلاف ایک ٹھوس

،جامع اور مدلل نظریہ اردو زبان کا پیش کرتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق اگر اردو زبان کے صرفی و نحوی خصوصیات پر نظر ڈالیں تو اردو زبان کا اپ بھرنش یا شورسینی پراکرت سے کوئی تعلق نہیں۔ اردو زبان کے لیے یہ تصور کرنا کہ وہ محض ایک خیالی اور فرضی بولی ہے تو یہ محمود شیرانی اور مسعود حسین خان کا نظریہ قیاس پر مبنی ہے ۔لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ قدما کی تحقیق میں بھی اختلاف زبان کے حوالے سے بھی موجود ہیں جو تحقیق میں نزع کا باعث بنے ہیں۔ محقق کو چاہیے کہ وہ اپنی تحقیق پر اس وقت قلم اٹھائے جب اس کے پاس واضح اور مدلل ثبوت ہوں۔ قدیم اردو متون پر اگر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ ان کی تحقیق میں وہ حقائق ابھی تک سامنے نہ آسکے جو صحت متن کے لیے کافی ہوں۔ اگرچہ اردو زبان میں متون کی دریافت و تدوین کا کام نظم کے مقابلے میں بہت کم ہوا ہے۔ اس کی اہم وجہ مواد کی عدم دستیابی ہے اور یہ امر عین متوقع بھی ہے کہ نثر کے مقابلے میں اور نظم پر کام بہت زیادہ ہوا ہے۔ اس لیے نظم کے نمونے بکثرت ملتے ہیں۔ اس سلسلے میں دکنی اردو نثر کے نمونے دریافت ہوئے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ان نثری پاروں پر بھی تشفی کام نہ ہو سکا۔ کیوں کہ محققین مزید تحقیق کے لیے مواد کی عدم موجودگی کی بناء پر وہ محنت کرنے سے کتراتا ہے۔ اس لحاظ سے اردو ادب کا بیشتر قیمتی سرمایہ ہندوستان کے کتب خانوں میں موجود ہے۔ پاکستانی محققین کی رسائی وہاں تک ناممکن ہے۔ اس سلسلے میں جمیل الدین عالی تحریر کرتے ہیں۔

> "یہ صورت حال ہم دونوں ملکوں کے بہت سے مشترکہ دلچسپی کے علمی و ادبی اور ثقافتی معاملات پر حاوی ہے اور ہم نہیں جانتے مستقبل قریب میں اس کا کوئی قابل عمل حل میسر ہو گا یا نہیں۔ بنیادی مسئلہ بین الملکی سیاست کا ہے۔ جس پر تبصرہ کرنا فی الوقت ہمارے دائرہ کار سے باہر ہے۔ بس اتنا ہم برسوں سے دیکھ رہے ہیں کہ علمی، ادبی اور ثقافتی تبادلوں کی شروعات ہو کر رہ جاتی ہے۔ جوں ہی بین الملکی سیاسی فضا بدلتی ہے سب نیک اقدامات ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ جب تک ہندوستان اور پاکستان میں بنیادی سمجھوتے ہو کر بروئے کار نہیں آتے۔ ہمارے دوسرے روابط مطلوبہ رفتار کے ساتھ آگے نہیں بڑھ سکیں گے تا حال اردو کے باب میں ہندوستانیوں

> تک ہماری اور ہم تک ہندوستانیوں کی رسائی ممکن نہیں ہو سکی ہمارے اکثر محققین کی مجبوری یہی ہے۔[۱۰]

تحقیق کے میدان میں دلیل اور شہادت کو مرکزی ستون کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ تحقیق شک و شبہ کو دور کرتی ہے اور حقائق کی نئی راہیں کھولتی ہے۔ محقق تحقیق کے ذریعے مسائل کی گتھیاں سلجھاتا ہے۔ فن پاروں کے اندر پائی جانے والی خامیوں کو دور کر کے حقائق سے آگاہ کرتی ہے۔ اس لیے تحقیق میں داخلی شہادت کو قابل اعتماد تصور کی جاتی ہے۔ اردو ادب میں تحقیق کے حوالے سے مستند کتابوں کا ذخیرہ محدود ہے۔ کیوں کہ تحقیق جاں جوکھوں کا کام ہے۔ بہر حال کسی فن پارے کے بارے میں پوری قطعیت کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا مثلاً اگر کسی شخصیت کے بارے میں دس سال پہلے جو کچھ لکھا گیا اسے صحت متن تصور کیا۔ لیکن بعد میں اس کے متعلق مزید معتبر شہادتیں حاصل ہوئیں۔ اس سلسلے میں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ کسی بھی فن بھی فن پارے میں قطعیت نہیں ہوتی۔ جب پہلی بار اس شخصیت کے بارے میں تحقیق کی گئی تو محقق کو مکمل مواد فراہم نہ ہونے کی وجہ سے یا دلائل و شہادتوں کی عدم دستیابی کی صورت میں اپنی تحقیق کو معروضیت کے ساتھ جوں کا توں پیش کر دیا۔ ایسی تحقیق آئندہ آنے والے محقق کے لیے مسائل کا سبب بنتی ہے۔ تحقیق میں یہ امر ضروری ہے کہ صحت متن کے لیے عدم مواد محقق کو پیچیدہ مسائل میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس صورت میں تحقیق پر بھی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر سلطانہ بخش کے خیال کے مطابق:

> "تحقیق میں بنیادی کام متون کو صحت کے ساتھ پیش کرنا ہے۔ اگر اردو کے بڑے ادیبوں کی تصانیف میل اور کھوٹ سے پاک ہو کر سامنے آجائیں تو تاریخ کے راستے میں لغزش کا امکان کم ہو جاتا ہے۔ انھیں اس امر کا احساس تھا کہ اردو ادب کی بے شمار شخصیتیں گوشہ گمنامی میں ہیں، اردو زبان کی ابتداء اور ارتقاء کے کئی مسائل توجہ طلب اور مسائل تحقیق ہیں۔ ادب کی کئی جہتوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، مصنفین کے سوانحی حالات و واقعات پردہ اخفاء میں ہیں۔"(۱۱)

محقق کے لیے ادبی تحقیق میں روایت شناسی اہمیت کی حامل ہے۔ محقق جب تک صحت متن کی روایت سے واقفیت نہیں رکھتا۔ اس وقت تک تحقیق کے میدان میں اسے بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اور اس بناء پر وہ غلط

روایت کو درج کرے گا۔اس لیے روایت شناسی ایک فن ہے۔ بعض اوقات محقق کو دوران تحقیق موضوع کے متعلق چند قدیم تصاویر مل جاتی ہیں۔ جو اس فن پارے کے متعلق منسوب ہوتی ہیں۔مثال کے طور پر کتاب "خسر شناسی"جو امیر خسرو کے صد سالہ جشن کے موقع پر کتاب کے سرورق پر ایک تصویر شائع ہوئی کہ ایک بزرگ کے سامنے ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے اور مستورہ کا سر بزرگ سے اونچا دکھایا گیا ہے۔ عورت گاؤ تکیے کے پہلو میں موڑے پر بیٹھی ہے۔اس تصویر کے نیچے تحریر ہے جو امیر خسرو سے منسوب کی گئی ہے اور تصویر میں نظام الدین اولیاءاور عورت کو امیر خسرو بتایا گیا ہے۔ کیوں کہ نظام الدین اولیا امیر خسرو کے مرشد تھے۔ یہ تحریر امیر خسرو کی نستعلیق میں لکھی ہوئی ہے۔جب اس حوالے سے جدید تحقیق سامنے پیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ امیر خسرو کے عہد می ں خط نستعلیق کی ایجاد نہیں ہوئی تھی اور خط نستعلیق بعد کی پیداوار ہے۔ لہٰذا یہ تحریر اور تصویر امیر خسرو سے منسوب نہیں کی جاسکتی۔ایک مرتبہ رسالے میں "میر انیس نمبر" شائع ہوا جس میں اس کی جوانی کی تصویر دکھلائی گئی تھی۔وہ تصویر کیمرے سے کھینچی گئی تھی۔اس حوالے جب تحقیق سامنے آئی تو معلوم ہوا کہ میر انیس کی جوانی کے دور میں فوٹو گرافی کا فن موجود نہیں تھا۔ محقق کو دوران تحقیق اس طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔البتہ صحت متن اور تصویری حقائق کی کھوج بھی بہت ضروری ہے۔ایسے بہت سے سوالات ہماری تحقیق کا موضوع بنتے ہیں۔ان میں کسی کا تعلق فن لطیفہ، سیاست اور دیگر علوم و فنون بھی ہو سکتے ہیں مثال کے طور پر اگر کوئی طالب علم ادبی تاریخ کے موضوع پر تحقیق کرنا چاہتا ہے تو اس کو بنیادی مسائل کا سامنا پڑے گا۔ کیوں کہ اس موضوع پر کام کرنے کے لیے صحیح متن کی ضرورت پڑتی ہے،اس حوالے سے مختلف تحریریں اور شکلیں ہمارے سامنے آئیں گی۔ جنہیں دیکھنا ہو گا ان میں کونسی مصنف کی طرف منسوب ہے یا اس میں الحاق ہوا ہے؟ اس لحاظ سے محقق کی دہری ذمہ داری نبھانا پڑتی ہے اور اس نظریے کے مطابق کی جانے والی تحقیق کا معیار بلند ہو گا۔

حوالہ جات

۱۔ نجم الاسلام،ڈاکٹر، تحقیق کی چند تعریفات،(مترجم) مشمولہ: تحقیق شناسی، رفاقت علی شاہد، مرتبہ، القمر انٹرپرائزز، لاہور، ۲۰۱۳ء ص ۳۰

۲۔ نذیر احمد، ڈاکٹر، تاریخی تحقیق کے بعض بنیادی مسائل، (مضمون) مشمولہ: تحقیق شناسی، رفاقت علی شاہد، القمر انٹر پرائزز، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص ۶۲

۴۔ محمد حسن، پروفیسر، اردو تحقیق کے بعض مسائل، (مضمون) مشمولہ: اردو میں اصول تحقیق، سلطانہ بخش، ڈاکٹر، تحقیق، اردو اکیڈمی، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۲۴۷

۵۔ رشید حسن خان، تدوین اور تحقیق کے رجحان، (مضمون) مشمولہ: اردو میں اصول تحقیق، سلطانہ بخش، ڈاکٹر، تحقیق، اردو اکیڈمی، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۱۲۹

۶۔ گیان چند، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباء، ۲۰۱۲ء، ص ۱۳

۷۔ تحسین فراقی، ڈاکٹر، سخنے چند، (مقدمہ) مشمولہ: تحقیق شناسی، رفاقت علی شاہد، القمر انٹر پرائزز ، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص ۱۲

۸۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، تعلیقات و حواشی، (مضمون) مشمولہ: تحقیق شناسی، رفاقت علی شاہد، القمر انٹر پرائزز، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص ۶۲

۹۔ گیان چند، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۱۲ء، ص ۱۸۸

۱۰۔ عالی، جمیل الدین ، حرفے چند، (مقدمہ)، مشمولہ :پاکستان میں اردو تحقیق، ڈاکٹر معین الدین عقیل، انجمن پریس کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۱

۱۱ سلطانہ بخش، ڈاکٹر، (مرتبہ)، اردو میں اصول تحقیق، اردو اکیڈمی لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۱۹۳